بے خدا تہذیب

اسباب و اثرات

کتاب	:	بے خدا تہذیب: اسباب و اثرات
مؤلف	:	ڈاکٹر محمد رشید ارشد، مدیر غزالی فورم
سنِ اشاعت	:	جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ بمطابق جنوری ۲۰۲۲ء
تعدادِ اشاعت	:	۵۵۰
بارِ اشاعت	:	دوم
اشاعتِ اول	:	ذیقعدہ ۱۴۴۱ھ بمطابق جولائی ۲۰۲۰ء
ناشر	:	شعبہ تحقیق و تصنیف، فقہ اکیڈمی
ای میل	:	publications@fiqhacademy.com.pk
		info@fiqhacademy.com.pk

فقہ اکیڈمی
C-335، بلاک-1، گلستان جوہر، بالمقابل جامعہ کراچی، یونیورسٹی روڈ، کراچی۔
0330-3474223
021-34613474
www.FiqhAcademy.com.pk

فہرست

مقدمہ ۴
بے خدا تہذیب: اسباب واثرات ۷
تمہید ۸
تہذیبِ جدید کی ہمہ گیریت ۹
بے خدا تہذیب کیا ہے؟ ۱۰
Renaissance (تحریکِ احیاے علوم) ۱۰
Scientific revolution (سائنسی انقلاب) ۱۰
Reformation (تحریکِ اصلاح) ۱۰
Industrial revolution (صنعتی انقلاب) ۱۰
French revolution (فرانسیسی انقلاب) ۱۱
Enlightenment (تحریکِ تنویر) ۱۱
بے خدا تہذیب کا اسمِ اعظم ۱۴
آزادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ۱۵
سیکیولرازم ۱۷
بے خدا تہذیب کے اثرات کی دو قسمیں ۱۹
علم الکلام، فقہ اور تصوف کا انکار ۲۱
تواترِ امت کا انکار ۲۳
یہ مت دیکھو کون کہہ رہا ہے، یہ دیکھو کیا کہہ رہا ہے ۲۴
خود نمائی: جدیدیت کا سب سے مضر اثر ۲۵
جدیدیت کا حل: رسول اللہ ﷺ سے شخصی تعلق ۲۶
نئی روشنی ۳۰
نئی تہذیب ۳۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

دنیا میں اس وقت دو تہذیبوں کا تصادم ہے: نبوی تہذیب اور مغربی تہذیب۔ نبوی تہذیب وحی پر مبنی ہے جبکہ مغربی تہذیب کی بنیاد مشاہدات اور تجربات پر ہے۔ سائنسی و صنعتی انقلاب اور ترقی کے نتیجے میں مغربی تہذیب نے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور اس کے اثرات سے تقریباً ہر کوئی کسی نہ کسی سطح اور درجے پر متاثر ہے۔ ان دونوں تہذیبوں کے درمیان کیا فرق ہے؟ پیشِ نظر کتاب میں مؤلف نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے: "اہلِ مغرب نے خدا، روح اور آخرت سے نظر ہٹا کر پوری توجہ کائنات، مادے، جسم اور دنیا پر مرکوز کرلی"۔ یعنی ان دونوں تہذیبوں کے درمیان بنیادی طور پر تین باتوں کا فرق ہے:

نبوی تہذیب	مغربی تہذیب
اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان	مادے کی الوہیت پر ایمان
روح پر توجہ	جسم پر توجہ
آخرت پر ایمان	"دنیا ہی سب کچھ" پر ایمان

اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان کے نتیجے میں اپنی عبدیت کا اقرار پیدا ہوتا ہے۔ مغربی تہذیب میں جب اس کا انکار کیا گیا تو اپنی آزادی کا اعلان کیا گیا، جس کی تعبیر لبرل ازم اور سیکیولرازم کی شکل میں کی گئی۔ مذہب کو پسماندگی اور جہالت کی علامت گردانا گیا لہذا اس کے خاتمے کا اعلان کیا گیا۔

چونکہ عقیدۂ آخرت انسان میں خود احتسابی کی صفت پیدا کرتا ہے، وقتی لذت کے بجائے اخلاق اور اقدار کی اہمیت اجاگر کرتا ہے، اس لیے اس عقیدے کا بھی انکار کیا گیا۔ ان بنیادی عقائد کے انکار اور ان کی جگہ دوسرے افکار اختیار کرنے سے دنیا میں تکاثر، تنافس اور چھینا جھپٹی کی جو فضا بنی اس نے دنیا کا سکون غارت کرکے رکھ دیا۔ مغربی تہذیب کے اثرات دنیا پر کیا مرتب ہوئے اس کے دو حصے ہیں:

(۱) ظاہری اثرات

(۲)مخفی اثرات

ظاہری اثرات

عریانی، فحاشی، فطرت سے بغاوت، جنسی بے راہ روی، خاندانی ٹوٹ پھوٹ وغیرہ۔ یہ وہ اثرات ہیں جو سب کے سامنے ہیں۔ بالفاظ دیگر، بے دینی کا سیلاب جو ہر ایک کے در و دیوار سے ٹکرا رہا ہے اور ان اثرات کی سنگینی ہر انصاف پسند انسان محسوس کرتا ہے۔

مخفی اثرات

ان اثرات سے مراد تہذیبِ جدید کے وہ اثرات ہیں جو دینی فکر اور اعمال میں در آئے ہیں جو بتاتے ہیں کہ اہلِ مذہب کس طرح اس تہذیب سے متاثر ہوئے ہیں۔ ثانی الذکر اثرات ہی بنیادی طور پر اس تحریر کا موضوع ہیں۔ یہ وہ اثرات ہیں جو غیر شعوری طور پر متاثر ہونے والوں کو محسوس اور معلوم ہی نہیں ہیں کہ ان کی فکر اور عقیدے میں کہاں انحراف اور گمراہی پیدا ہوگئی ہے۔ وہ نہایت ہی اعتماد اور اطمینان سے اس انحراف پر نہ صرف جمے ہوئے ہیں بلکہ اس کی طرف دعوت دیتے نظر آتے ہیں۔

مغربی تہذیب کے اثرات ”جدیدیت“ کے نام سے اہلِ مذہب پر کیا پڑے، پیشِ نظر تحریر میں واضح الفاظ میں ان کی نشان دہی کی گئی ہے: حدیثِ جبریل میں وارد ہونے والے دین کے تین بڑے شعبوں: علم الکلام، علم الفقہ، اور علم التصوف کا انکار کر دیا گیا، چند کتابیں پڑھنے کے بعد امت کے سلف پر بداعتمادی اور ان کی خدمات کا بڑی جرأت سے انکار کیا گیا، سلف کی تعبیرات کو دین کی غلط تعبیرات قرار دیا گیا، پھر اپنی سمجھ اور فہم کو بنیاد بنا کر تواترِ امت کا انکار کر دیا گیا۔ اس کے نتائج کہیں تو بے عملی اور کہیں بد عملی کی صورت میں ظاہر ہوئے اور کہیں تو بات تشکیک تک جا پہنچی۔ خود بینی اور خود نمائی کے مرض پر ٹیکنالوجی نے خوب اضافہ کیا۔ خلاصہ یہ کہ مغربی تہذیب کے مخفی اثرات تین طرح کے ہیں: جدیدیت، ظاہریت، اور خارجیت۔

کتاب کے آخری حصے میں ان اثرات کا علاج ”رسول اللہ ﷺ سے شخصی تعلق“ بتایا گیا۔ میں اس کی وضاحت کے لیے اپنے شیخ حضرت مولانا ناصر الدین خاکوانی حفظہ اللہ کی تعبیر پیش کرتا ہوں، حضرت فرماتے ہیں:

’’امت کا مسئلہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اس طرح نہیں آئی جس طرح قرونِ اولیٰ میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے صادق ہونے کا پورا یقین جب تک نہیں پیدا ہوتا، امت ان مشکلات سے نہیں نکل سکتی۔ اپنے باطن کی اصلاح کے لیے دو کام کرو: قلوب کے تزکیے کے لیے کثرتِ ذکر اور نفوس کے تزکیے کے لیے اتباعِ سنت کو اپنی زندگی کا انداز اور ترتیب بنالو‘‘۔

حافظ رشید ارشد صاحب نے اگرچہ اجمالاً ان اثرات کی نشاندہی کی ہے، لیکن بہت سی اہم باتیں اس تحریر میں آگئی ہیں۔ سب دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے امت کی تشخیص اور علاج میں یہ اہم خدمت ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ حافظ رشید ارشد صاحب سمیت ہم سب کو اللہ تعالیٰ خیر میں استعمال فرمائے اور شر اور فتنے سے اپنی حفاظت میں رکھے۔

میری دلی تمنا ہے کہ حافظ رشید ارشد صاحب کبھی اس موضوع پر تفصیل سے کلام فرمائیں اور تہذیبِ جدید کے سبھی اثرات کو چاہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی، معاشرتی ہوں یا خاندانی، اخلاقی ہوں یا معاشی و سیاسی، فکری اور نظریاتی ہوں یا عملی، سبھی اثرات کو واضح مثالوں کے ساتھ امت کے سامنے لائیں۔ یہ آپ کے مطالعے کا بہترین مصرف ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور توفیق کو بہترین رفیق بنائے، آمین۔

(حضرت مولانا) الطاف الرحمٰن عباسی (زید مجدہ)
مہتمم جامعہ قرطبہ، کلفٹن
۲۳ صفر ۱۴۴۱ھ

بے خدا تہذیب: اسباب واثرات*

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلی أَشْرَفِ خَلْقِ اللهِ وَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَ عَلٰى آلِه وَ أَصْحَابِه أَجْمَعِينَ لَا إِلٰه إِلَّا اللهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ صَادِقُ الْوَعْدِ الْأَمِينُ.

مَوْلَايَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا أبداً عَلى حَبِيبِكَ خَيرِ الْخَلْقِ كلِّهِمِ

ثُمَّ الرِّضَا عَنْ أَبِي بَكرٍ وَعَنْ عُمَرَ وَعَنْ عَلِيٍّ وَ عَنْ عُثْمَانَ ذِيْ الْكَرَمِ

أعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَإِنَّا لَجَعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا﴾ (الكهف:٨-٧)

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ (الحشر:٢٠-١٩)

﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ﴾ (الروم:٧)

قالَ النَبِيُّ ﷺ: «يحْمِلُ هذَا الْعِلْمَ مِنْ كلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ يَنْفُوْنَ عَنْه ، تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَ تَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ» (أخرجه البيهقي) أو كما قال رسولُ اللهِ ﷺ-

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِيْ،اللّٰهمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَ عَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا وَ زِدْنَا عِلْمًا، اللّٰهمَّ لَا سَهلَ إِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهلًا وَ أَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ إِذَا شِئْتَ سَهلًا آمِين يا رَبَّ الْعٰلَمِين-

---

* یہ خطاب نومبر ۲۰۱۷ء کو بھاولپور میں ایک اجتماع میں کیا گیا، جسے تحریری صورت میں

تمہید

دین کا عالم وہ ہوتا ہے جسے نصوص کے ساتھ ساتھ اپنے پیش و عقب کا علم بھی حاصل ہو۔ یعنی فرامینِ خدا و رسول اور ان کے صحیح مطالب کے ساتھ اپنے معاشرے بلکہ اپنے مخاطب معاشروں کی واقفیت بھی اسے حاصل ہو، کہ ان معاشروں کے اقدار و آثار کیا ہیں۔ چنانچہ اس ضرورت کے تحت خادمانِ دین و علمِ دین کے لیے تہذیبِ حاضر کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

دین کا ایک طالبِ علم ہونے کے ناتے میں بھی طویل عرصے سے Postmodernity, Modernity Sociology, Media, Technology, Civil-Capitalism وغیرہ کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔

میرے لیے یہ موضوع دقت و مشکل کا باعث ہے۔ اس مشکل کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہ موضوع کئی اطراف و جوانب پر وسیع و محیط ہے اور دوسرے یہ کہ بحمدہ تعالی اس موضوع پر میرا مطالعہ بھی ایک طویل عرصے پر محیط ہے۔ چنانچہ ایک وسیع موضوع پر سالوں کے مطالعے کو ایک مختصر مضمون میں پیش کرنا ایک مشکل امر ہے۔ مشکل کا تیسرا پہلو جذبات سے متعلق ہے۔ اگرچہ یہ ایک فکری بحث ہے لیکن ان نقصانات کے سبب جو ہمیں تہذیبِ جدید نے پہنچائے، یہ ایک جذباتی موضوع بھی بن چکا ہے۔ احمد مشتاق کا ایک بڑا اچھا شعر ہے۔ اس نے کہا تھا:

اس لیے حالِ دل نہیں کہتا
کہیں جذبات میں نہ بہہ جاؤں

تو کوشش کی جائے گی کہ طوالت و جذباتیت دونوں سے بچتے ہوئے، اپنے طویل مطالعے اور تفکر کا ایک خلاصہ آپ کے سامنے رکھا جائے جو عصرِ حاضر کی بناوٹ اور اس کے اصول و آثار کو سامنے لا سکے۔

سب سے پہلے ہم اس بے خدا تہذیب یا جدید تہذیب کی ماہیت اور مظاہر پر بات کرتے ہیں کہ کس طرح یہ تہذیب ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

تہذیبِ جدید کی ہمہ گیریت

مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی نعت کا مصرع ہے، ع

ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تم ہی تو ہو

اگرچہ ظاہر ہے کہ مصرع رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا گیا تھا لیکن اس میں کہی گئی بات ہم پر اور ہماری تہذیب پر بھی صادق آتی ہے۔ فی الواقع ہم جس دنیا میں بس رہے ہیں وہ اپنی بنیادوں سے لے کر اپنے میناروں تک ساری کی ساری مغرب کی بنائی ہوئی ہے۔ تخلیق کے اعتبار سے یقیناً اللہ ہی نے دنیا بنائی ہے لیکن تشکیل کے اعتبار سے یہ دنیا جس میں ہم رہتے ہیں وہ ساری کی ساری اپنے اندر باہر سے مغرب کی بنائی ہوئی ہے۔ یعنی وہ تہذیب و معاشرت جس کے ہم باسی و عادی ہیں، اس کے اصول و اطلاق مغرب کے طے کردہ ہیں۔ جمیل الدین عالیؔ کے دوہے کا ایک مصرع ہے، انھوں نے کہا تھا، ع

مچھلی بچ کہ جائے کہاں جب جَل ہی سارا جال!

یعنی جو ندی ہے وہ ہی سب جال ہے تو مچھلی کے بچنے کا کیا سوال۔ تو چونکہ ہم جس دنیا میں رہتے ہیں وہ ساری کی ساری مغرب کی بنائی ہوئی ہے، اس وجہ سے کوئی بھی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں مغرب کے اثرات سے بچا ہوا ہوں۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں ایک ایرانی سکالر جلال آل احمد کی ایک کتاب چھپی تھی۔ اس کتاب کا نام تھا ”غرب زدگی“۔ اس کا ترجمہ کیا گیا تھا ”Westoxification“۔ تو ہم سب ہی غرب گزیدہ (Westoxified) ہیں، کوئی کم گزیدہ ہے تو کوئی زیادہ گزیدہ ہے۔ تبدیلی کی سب سے کامل شکل وہ ہوتی ہے جو محسوس نہ ہو، یعنی مغرب کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس نے اپنی فکر کو ہمارے لیے Internalize کر دیا ہے۔ وہ ہمارے تحت الشعور میں ہے۔ وہ جو شعور کا ایک ایسا حصہ ہوتا ہے جس کو ہم خود نہیں پہچانتے، اس سطح پر مغرب کی مار ہے۔ اور ابھی کچھ باتوں سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ مغرب کی رسائی کہاں تک ہے۔ یعنی یہ موضوع اس اعتبار سے بھی مشکل ہے کہ ہم اگر یہ کہیں کہ ”جدید مغرب کے یا

بے خدا تہذیب کے اثرات"،

تو گویا ہمیں یہ بتانا ہوگا کہ جدید دنیا یا بے خدا تہذیب ہے کیا!

بے خدا تہذیب کیا ہے؟

ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ تہذیب ہے کیا؟ اس کے نمایاں خدوخال کیا ہیں؟ اس کے اثرات کیا ہیں؟ گزشتہ ۲۰۰ سال سے ہم جس دنیا میں رہ رہے ہیں اس کی تشکیل مغرب نے کی ہے۔ مغرب میں کچھ تاریخی معاملات ہوئے جو اس تبدیلی کا باعث بنے، ان مراحل کو ہم بالترتیب ذکر کرتے ہیں:

Renaissance (تحریکِ اِحیاے علوم)

فرانسیسی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی دوبارہ پیدائش کے ہیں۔ اسے اصطلاحاً تحریکِ اِحیاے علوم بھی کہتے ہیں۔ اِحیاے علوم یورپ کی تاریخ کا ایک عہد ہے جس کا آغاز قرونِ وسطی کے بعد لگ بھگ ۱۴۰۰ عیسوی میں ہوا۔

Scientific revolution (سائنسی انقلاب)

عہدِ جدید کے آغاز میں ایسے واقعات کے سلسلے کا نام ہے جس کے نتیجے میں جدید سائنس رونما ہوئی، جب ریاضیات، طبیعیات، علمِ نجوم، حیاتیات بشمول تشریح الاعضاء (human anatomy) اور علمِ کیمیا میں ترقی نے قدرت سے متعلق معاشرتی تصورات کو بدل کر رکھ دیا۔

Reformation (تحریکِ اصلاح)

مغربی عیسائیت میں اس تفریق کو کہا جاتا ہے جس کا آغاز سولھویں صدی میں یورپ میں مارٹن لوتھر نے کیا اور جسے ہلڈرچ زونگلی، جون کیلون اور دیگر پروٹیسٹنٹ اصلاح پسندوں نے جاری رکھا۔

Industrial revolution (صنعتی انقلاب)

صنعتی پیداوار، زراعت، کان کنی، مواصلات وغیرہ کے قدیم روایتی طریقوں کا نئے صنعتی طریقہ کار کی طرف

منتقل ہونا ہے، جو ۱۷۶۰ سے ۱۸۴۰ عیسوی کے درمیان کے زمانے میں واقع ہوا۔

French revolution (فرانسیسی انقلاب)

۱۷۸۹ عیسوی میں شروع ہونے والے دور رس معاشرتی اور سیاسی ہنگاموں کا دور ہے، جو فرانس اور اس کی نو آبادیات میں واقع ہوا۔

Enlightenment (تحریکِ تنویر)

جسے عہدِ تنویر اور عہدِ دانش بھی کہا جاتا ہے یورپ کی ایک علمی اور فلسفیانہ تحریک کا نام ہے جس نے تصورات کی دنیا میں اٹھارھویں صدی میں اپنا لوہا منوایا، وہ صدی جو فلسفے کی صدی سے موسوم ہے۔

یہ وہ تمام مراحل تھے جن میں مغرب کے یہاں، ان کے لوگوں کی فکر میں ایک بنیادی تبدیلی آئی۔ اہم بات یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی چیز بالکل ہی ختم ہو جائے بلکہ Shift Of Emphasis ہوا ہے۔ کچھ چیزوں پر نگاہ زیادہ مرتکز ہو گئی اور کچھ چیزوں سے نگاہ ہٹ گئی۔ مغرب میں تین چیزوں کو تین پر فوقیت و ترجیح دی گئی، تین چیزوں کے مقابل میں تین چیزیں آگئیں۔ پہلے تو یہ ہوا کہ مغرب میں خدا کے بجائے کائنات پر توجہ مرتکز ہو گئی۔ ظاہر بات ہے کہ کائنات کو بہت سجا بنا دیا گیا، بہت زینت دے دی گئی۔ سورۂ کہف کی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الکہف: ۷) ”یقین جانو کہ روے زمین پر جتنی چیزیں ہیں، ہم نے انھیں زمین کی سجاوٹ کا ذریعہ اس لیے بنایا ہے تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہے“۔ ظاہر سی بات ہے کہ دنیا کی بڑی کشش ہے، اس میں بڑی چمک دمک ہے، لیکن اصل بات اگلی آیت میں ہے جو نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ: ﴿وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا﴾ (الکہف: ۸) ”اور یہ بھی یقین رکھو کہ روے زمین پر جو کچھ ہے، ایک دن ہم اسے ایک سپاٹ میدان بنا دیں گے“۔ ایک تو یہ تغیر (Shift) ہوا کہ خدا کے بجائے کائنات پر توجہ مرتکز (Focus) ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ روحِ انسانی کی جگہ جسم پر توجہ مرتکز

ہوگئی۔ سورۂ حشر میں فرمایا:﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (الحشر: ۱۹) ”اور تم ان جیسے نہ ہوجانا جو اللہ کو بھول بیٹھے تھے، تو اللہ نے انھیں خود اپنے آپ سے غافل کردیا۔ وہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں“۔ تو جب اللہ تعالی پر کائنات کو ترجیح دی گئی اور گویا اللہ کی ذات وقدرت کو فراموش کردیا گیا اور اللہ کو بھلا دیا گیا تو اس کے نتیجے میں ہم اپنی حقیقت سے غافل ہو گئے ہماری وہ حقیقت جو انسان کا اصل جوہر ہے جس کو اقبالؔ نے کہا کہ

نقطۂ نوری کہ نامِ او خودیست
زیرِ خاکِ ما شرارِ زندگیست

وہ ایک نقطۂ نوری ہے جس کا نام خودی ہے، میری اس خاک کے اندر زندگی کا شرار اس کا جوہر ہے اور وہ روحِ ربانی ہے۔ وہ Divine Spark ہے۔ تو ہوا یہ کہ اس روح سے توجہ ہٹ گئی اور جسم پر مرکوز ہوگئی۔ اور تیسری اہم بات کہ ایک Shift Of Emphasis (تغیر ارتکاز) یہ ہوا کہ حیاتِ اخروی کے بجائے حیاتِ دنیوی پر توجہ کا ارتکاز (Focus) ہوگیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾(سورة الروم: ۷) ”وہ دنیوی زندگی کے صرف ظاہری رخ کو جانتے ہیں، اور آخرت کے بارے میں ان کا حال یہ ہے کہ وہ اس سے بالکل غافل ہیں“۔ یعنی یہ لوگ دنیا کی زندگی کے بس ظاہر ہی کو جانتے ہیں اور آخرت سے محجوب ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر دنیا کی زندگی کی بھی حقیقت کو پہچان لیں، کُنہ کو جان لیں تو ممکن نہیں ہے کہ آخرت سے غافل ہوں۔ دنیا کی زندگی اور انسان کی حقیقت کیا ہے؟ تو ان کی حقیقت کے چند اجزا ہیں: پہلا یہ کہ انسان بھی اور یہ دنیا بھی مخلوق ہیں۔ اور ان کی حقیقت کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ یہ سب عبد ہیں، یہ انسان بھی اور یہ کائنات بھی۔ اور تیسری حقیقت کیا ہے؟ انسان بھی اور یہ کائنات بھی فانی ہیں، لافانی نہیں۔ ایک خاص وقت تک کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ کہا گیا کہ یہ لوگ دنیا کی زندگی کے صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں، اگر اس کے بھی باطن سے آشنا ہوجاتے

تو کبھی ایسا رویہ اختیار نہ کرتے۔ تو چونکہ اہلِ مغرب پہلے تو یہ طے کر چکے تھے کہ ماننا اس چیز کو ہے جو ہمارے تجربے میں آسکے اور جو چیزیں تجربے یا حواس میں نہ آسکیں وہ ناقابلِ التفات ہیں۔ چاہے وہ ذاتِ باری ہو یا روحِ ربانی، اسی پر پھبتی کسی جناب اکبؔر نے۔

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز
جغرافیے میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

جغرافیے میں عرش کا نقشہ آپ کو نہیں ملے گا۔ ظاہر سی بات ہے کہ نقشے میں جو کچھ ہے ان کے مطابق بس وہی وجود رکھتا ہے۔ انسان کا آپ اندر باہر سے سارا Scan لے لیں تو حسی طور پر تو ساری چیزیں ظاہر ہو جائیں گی، لیکن روح کسے کہتے ہیں یہ معلوم نہیں ہوگا، یہ اس میں Detect نہیں ہوسکتی، اگرچہ ہمارے یہاں ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو ایک خاص طرح کی مرعوبیت کا شکار ہیں۔ کچھ عرصے پہلے کہیں پر خبر آئی تھی کہ روح Detect ہوگئی ہے، اس کا وزن بھی انھوں نے نکال لیا ہے، لیکن یہ بچکانہ باتیں ہیں۔ کچھ چیزیں غیب ہیں اور غیب ہی میں رہیں گی، ایک قسم تو ان چیزوں کی ہے جو Relative غیب ہیں۔ بہت سے پرانے لوگوں کے لیے وہ غیب تھیں اب وہ شہود ہوگئیں۔ وہ اصل میں غیب تھیں ہی نہیں، لیکن کچھ چیزیں غیب ہیں، ان کا غیب میں ہونا ہمیشہ متحقق رہے گا۔ وہ کبھی شہود میں نہیں آسکتیں۔ کوئی ایسی دوربین نہیں ایجاد کی جاسکتی کہ اللہ کی ذات کو دیکھ لیا جائے۔ کوئی ایسی خوردبین ایجاد نہیں ہوسکتی کہ روح کو دریافت کر لیا جائے۔ یہ ایک آزمائش ہے جس میں ہمیں ڈالا گیا ہے۔ پس جب خدا کے مقابلے میں کائنات کو توجہ کا مرکز بنا لیا گیا اور جب روح کے مقابلے میں جسم و مادے کو اصل حیثیت دی گئی اور جب حیاتِ اخروی کے مقابلے میں حیاتِ دنیوی کو فیصلہ کن ترجیح دی گئی۔ جب اہلِ مغرب نے خدا، روح اور آخرت سے نظر ہٹا کر پوری توجہ کائنات، مادے و جسم اور دنیا پر مرکوز کر لی تو پہلے پہل طبیعی علوم (Physical Sciences) اور قدرتی علوم (Natural Sciences) میں ترقی ہوئی اور غیر معمولی ترقی ہوئی۔ ایسی ترقی ہوئی کہ۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں

کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

اس ترقی نے حیاتِ دنیا کو اتنا مزین کر دیا کہ آخرت بالکل بھول ہی گئی اور تہذیبِ حاضر کی چمک نے نظر کو آخرت کی طرف سے بالکل ہی خیرہ کر دیا اور دنیا اور دنیا کی زندگی پر توجہ اور بڑھی اور جب حیاتِ دنیوی پر Focus اتنا بڑھ گیا تو Social Sciences (سماجی علوم) میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے گئے۔ نت نئے نظریات قائم کر لیے گئے، تہذیبِ جدید کے اصول و قواعد مرتب ہونے لگے۔ چونکہ مادی اور سائنسی ترقی نے آرام و آسائش اور چکا چوند میں نہایت اضافہ کیا تو یہ ترقی ایک طرح سے تہذیبِ جدید اور اصول و قواعد کے درست ہونے کی دلیل بن گئی اور ان اصولوں کو عقیدے اور ایمان کا رتبہ دیا جانے لگا۔

بے خدا تہذیب کا اسمِ اعظم

اگر یہ پوچھا جائے کہ مغربی تہذیب کا اسمِ اعظم کیا ہے۔ ان کے نزدیک سب سے بڑی چیز کیا ہے؟ تو وہ ایک لفظ ہے اور وہ ہے "Freedom" یعنی آزادی۔ یہ اسم اعظم ہے جدید تہذیب کا اور باقی سب اس کی تفصیلات ہیں، باقی سب اس کے مظاہر ہیں۔ جب Political Theory میں یہ لفظ آتا ہے تو اسے لبرل ازم کہتے ہیں۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ مغرب کو شاید Democracy (جمہوریت) بہت عزیز ہے۔ نہیں، ایسا نہیں ہے؛ یہ آدھی بات ہے۔ مغرب کا اصل مسئلہ ہے لبرل ازم ہے۔

اگر آپ؛ لوگوں کے ووٹوں اور ان کے مشورے سے حکومت قائم کر لیں اور اس کے بعد آپ یہ کوشش کریں کہ جو Liberal-Order ہے اس پر کچھ قدغنیں لگائیں تو آپ کے تمام ووٹوں کو Undo (کالعدم) کر دیا جائے گا۔ الجزائر[1] میں کیا ہوا؟

[1] الجزائر میں ۱۹۹۱ء کے انتخابات کے پہلے مرحلے میں مذہبی جماعت اسلامک سالویشن فرنٹ نے ۲۰۴ میں سے ۱۸۶ نشستیں حاصل کر کے واضح کامیابی حاصل کی۔ اس مرحلے پر فوج نے مداخلت کی اور دوسرا مرحلہ منسوخ کر دیا۔ مذہبی جماعت پر پابندی لگا دی۔ جماعت کے بانی عباسی مدنی نے طویل عرصہ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد

یہ تو پرانی بات ہے؛ مصر کے محمد مرسی[2] کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ مرسی کیسے آیا تھا؟ اسی چیز کے ذریعے آیا تھا نا! جس کا ڈھول پیٹتے ہیں یہ لوگ۔ لیکن اگر آپ آکر اسی شاخ کو کاٹنے لگیں جس پر وہ آشیانہ ہے تو وہ آپ کو برداشت نہیں کریں گے۔ وہ اپنے ایجنٹوں کے ذریعے آپ کو فارغ کردیں گے۔ وہ انھی ووٹوں کے ذریعے آیا تھا لیکن فرید زکریا اسے کہتا ہے کہ یہ Illiberal Democracy ہے، ہمیں جو Democracy چاہیے وہ Liberal Democracy ہے۔ آج طیب اردگان کو کیا گالی دی جارہی ہے؟ یہی گالی دی جارہی ہے کہ یہ دوبارہ سے خلافت قائم کرنے لگے ہیں۔ اس کے ایسے خاکے (Caricature) بنائے بھی جاتے ہیں جس میں اس نے تاج پہنا ہوا ہے اور قبا پہنی ہوئی ہے۔ وہ آدمی بہت سمجھداری سے چل رہا ہے، اس کو یہ بات پتا ہے کہ اس جمہوریت کے ذریعے کچھ بھی ہونے کا نہیں ہے۔ جمہوریت کے ذریعے قائم آپ کو آمریت ہی کرنی پڑے گی، اگر آپ دین چاہتے ہیں۔ یہ بات ہمیں سمجھ لینی چاہیے؛ جمہوریت کے ذریعے نہ کبھی دین آسکتا ہے نہ کبھی دین چل سکتا ہے۔ بس یہ ایک ننگی سی بات ہے کہ دین آمریت سے چلے گا۔ لوگوں سے پوچھ پوچھ کر چلیں گے تو کچھ بھی نہیں بنے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ مغرب کا مسئلہ اصل میں ہے آزادی۔

آزادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ

ہمارے ایک استاد کہتے ہیں کہ اس سارے Discourse میں صرف ایک چیز مقدس ہے اور وہ آزادی ہے۔ اسی لیے میں نے عرض کیا کہ مغرب کا مسئلہ Democracy بھی نہیں ہے۔ ان کا اصل مسئلہ Freedom (آزادی) ہے۔ لبرل ازم کا مطلب کیا ہے؟ ہر طرح کے تقدس کو ختم کرنا۔ یہ میڈیا اصلاً یہی

۲۰۰۳ء میں قطر کی طرف جلاوطنی اختیار کی اور ۲۴ اپریل ۲۰۱۹ء کو دوحہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

۲ محمد مرسی ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ مکینیکل انجینیر، ڈاکٹر، پروفیسر، حافظِ قرآن، اخوان المسلمین سے متاثر دینی مزاج کے سیاستدان تھے۔ ۲۰۱۱ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں ۳۰ جون ۲۰۱۲ء کو مصر کے صدر بنے۔ ۳ جولائی ۲۰۱۳ء کو جنرل عبد الفتاح سیسی نے ایک فوجی بغاوت برپا کرکے محمد مرسی کو جیل میں ڈال دیا اور مختلف مقدمے قائم کیے۔ ۱۷ جون ۲۰۱۹ء کو ایک عدالتی کاروائی کے دوران کمرۂ عدالت ہی میں انتقال فرمایا۔

خدمت انجام دے رہا ہے۔ اگر اس آزادی کی راہ میں کوئی رکاوٹ ہے تو وہ طاقت ہے اور بس! اس ملک میں جب سے مشرف صاحب کے دور میں میڈیا آیا، ہر آدمی کا خاکہ (Caricature) بن گیا، ہر آدمی کی ڈمی بن گئی۔ ایک آدمی کی ڈمی نہیں بن پا رہی تھی۔ معلوم ہے کس کی؟ وہ ہیں کراچی والے بھائی، ان کی ڈمی نہیں بن سکی۔ چار پانچ سال پہلے وہ ڈمی بنی ہے پہلی مرتبہ۔ کیوں نہیں بنی تھی؟ وجہ طاقت ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ طاقت کی زبان یہ سمجھتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ علمائے کرام کی جو توہین ہوتی ہے، مولانا فضل الرحمان صاحب کی جو ڈمی بنائی جاتی ہے، وہ بہرحال ڈاڑھی، پگڑی والی شخصیت ہیں۔ ان کو ذلیل کرنا، ان کو رسوا کرنا۔۔۔ اصل میں کھیل یہی ہے کہ ہر طرح کے تقدس کو ختم کرو، کوئی تقدس نہ رہے۔ بس ایک چیز کا تقدس باقی رہے اور وہ کیا ہے؟ وہ آزادی ہے۔ اور آپ کی آزادی پر اتنی ہی قدغن ہوگی جب آپ کسی دوسرے کی آزادی کو محدود (Curtail) کریں گے۔ بس اس وقت آپ کی آزادی کو روکا جائے گا ورنہ نہیں۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ جو آزادی ہے، اس کے کچھ مظاہر ہیں۔ آپ دیکھیے کہ آپ سے یہ مطالبہ ہے کہ یہ جو سارے Blasphemy (توہین مذہب و رسالت) کے قوانین ہیں ان کو ختم کیا جائے، یہ ٹھیک نہیں ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ ڈنمارک اور ناروے نے جو بھی کیا، مغرب نے اسے Support کیا کیونکہ وہ مغرب کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کر رہے ہیں۔ اگر ہمارے کچھ عقائد ہیں، تو مغرب کے بھی کچھ عقائد ہیں۔ جس میں سب سے بڑا عقیدہ ''آزادی'' ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے نبی، جس کو ہم نبی نہیں کہتے، ہم اسے Son of God کہتے ہیں، ہم نے اس کے خاکے بھی بنائے، ہم نے اس کے کارٹون بھی بنائے۔ وہاں پر جن باتوں پر بہت بڑے ایوارڈ ملتے ہیں اس میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کئی سال پہلے ایک ''شاہ کار'' کو انھوں نے بہت بڑا ایوارڈ دیا۔ وہ کیا تھا؟ وہ ایک بوتل تھی اس کے اندر پیشاب تھا اور اس کے اندر ایک صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ اس کو انھوں نے بہت بڑا اعزاز دیا۔ یہ ہے لبرل ازم۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے خدا کی توہین ہنستے ہوئے برداشت کی، تم سے اپنی پیغمبر ﷺ کی توہین برداشت نہیں ہو رہی۔ انھوں نے جھیلا ہے اس کو، وہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ نہیں! ہم اس کے لیے جان بھی دے دیں گے۔ اور عقیدہ اسی کو کہتے ہیں جس کے

لیے آپ کسی کی جان لے بھی سکتے ہیں، اپنی جان دے بھی سکتے ہیں۔ تو مغرب اس آزادی کے لیے جان لے بھی سکتا ہے اور جان دے بھی سکتا ہے۔ اس کا عقیدہ لبرل ازم ہے۔ اس پر وہ کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔

سیکیولرازم

اس کے علاوہ جدید تہذیب کا ایک مظہر سیکیولرازم ہے۔ سیکیولرازم کیا ہے؟ یہ بات کہ مذہب کو انسان کی ذاتی زندگی تک محدود کر دیا جائے، یہ صرف اس کا سیاسی حصہ ہے۔ اصل میں سیکیولرازم کیا چاہتا ہے؟ اس کا اصل مطالبہ یہ ہے کہ مذہب ایک لعنت ہے (نعوذ باللہ)، اس کو دنیا سے ختم کرنا ہے۔ یہ سیکیولر تھیوری کا ایک حصہ ہے کہ آپ مذہب کو Public Sphere (اجتماعی دائرہ زندگی) سے پیچھے کر دیں لیکن اصل یہ ہے کہ آخر کار تو اسے ختم کرنا ہی ہے۔ Richard Dawkins بہت مشہور Atheist (ملحد) ہے۔ اس کی کتاب God Delusion بہت مشہور ہوئی۔ BBC پر اس کا ایک انٹرویو تھا۔ صحافی نے اس سے سوال کیا کہ آپ نے اتنی باتیں کر لیں، آخر میں آپ ان کو کیا پیغام دیں گے جو ابھی تک خدا کے نام لیوا ہیں؟ اس نے ایک جملہ کہا۔ اس نے کہا: "Grow Up"۔ اب بڑے ہو جاؤ، دنیا بہت آگے جا چکی۔ یہ Primitive دور کی باتیں تھیں کہ کوئی اللہ ہے، کوئی آخرت ہے، کوئی روح ہے۔ اب بالغ ہو جاؤ، کب تک ایسے کاکے رہو گے، اب بڑے ہو جاؤ اور اس طرح کے تمام توہمات کو چھوڑ دو۔ جاننا چاہیے کہ سیکیولرازم صرف Political Theory نہیں ہے۔ Ultimately اس کی زد کہاں تک جاتی ہے؟ اس کی زد یہاں تک جاتی ہے کہ مذہب کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ یہ پسماندگی کی علامت ہے، یہ جہل کی علامت ہے، یہ دنیا کو آگے لے جانا نہیں چاہتے۔

اسی بے خدا تہذیب کا ایک اور اثر Inclusivism ہے۔ یہ جو تم Exclusive ہو گئے ہو کہ نجات صرف عیسائیوں کی ہے، نجات صرف یہودیوں کی ہے، نجات صرف مسلمانوں کی ہے، اس خبط سے نکل جاؤ۔ Karen Armstrong بہت مشہور خاتون ہیں۔ ان کی ایک کتاب ہے The Transformation

Greatجس کے آخر میں وہ لکھتی ہیں کہ مسلمانوں میں بڑی خرابی پیدا ہوگئی: پہلے مسلمان بڑے اچھے تھے، کہتے تھے کہ سب کے لیے نجات ہے۔ جدید دور میں آکر یہ Exclusive ہو گئے۔ انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ نجات منحصر ہے محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور ان کے اتباع پر۔ اب اس بیوقوف خاتون کو کون سمجھائے کہ معاملہ تو الٹا ہے۔ اسلام چھوڑ دیں، ہر دین جو الحق ہونے کا دعوی کرتا تھا وہ ہمیشہ سے Exclusive رہا ہے۔ آپ Bible اٹھا کر دیکھ لیجیے، اس کی Quotation عیسائی عام بیان کیا کرتے تھے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

I am the Way and the Path and the Truth. No one comes to the Father except through Me. (John, 14:6)

”میں ہی رستہ ہوں، میں ہی جادہ ہوں، میں ہی منزل ہوں، کوئی خدا تک نہیں پہنچ سکتا سوائے میرے واسطے کے“۔

آپ کو پتا ہے Protestants تک کتنے exclusive تھے؟ وہ کہا کرتے تھے کہ Salvation صرف Christ کے ذریعے ہوگی۔ لیکن اب آپ دیکھتے نہیں کہ عیسائی بہت تیزی سے اس Claim کو چھوڑ رہے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوگئے جو Validity Of All Religions کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سب مذاہب ٹھیک ہیں۔ یہ ہیں جدیدیت کے آثار، کہ مذہبی لوگ، مذہبی پیشوا اس طرح کی باتیں کرنے لگ گئے۔ اب کسی کو کافر کہنا محال ہو گیا ہے۔ وحید الدین خان صاحب نے پہلی بار یہ بات کہی تھی کہ کسی کو Infidel نہ کہو، کسی کو کافر نہ کہو۔ یہ ایسا لفظ ہے کہ اسے لوگ Mind کرتے ہیں، غیر مسلم کہو۔ لہذا اب ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ غیر مسلم کہہ سکتے ہیں ہم، کافر کہنے کا حق صرف پیغمبر ﷺ کو ہے۔ یہ فکر آپ کے یہاں پھیلائی جا رہی ہے، عام کی جا رہی ہے۔ تو یہ جو Inclusivity ہے کہ سب کی نجات ہے، یہ کیا ہے؟ یہ اسی بے خدا تہذیب کے اثرات ہیں۔ اسی کا اثر ہے جس کی وجہ سے یہ Pluralism دیکھنے میں آرہی ہے۔ Peter Berger ایک بہت بڑا ماہرِ عمرانیات ہے۔ اس نے کہا تھا کہ ہمارا خیال تھا کہ "Modernity Necessarily Leads To Secularity" یعنی ہمارا خیال تھا کہ جدیدیت کے ذریعے لازماً Secularity آئے گی، خدا بے دخل ہو جائے گا۔ انھوں نے ہی کہا کہ ہماری

Theory غلط تھی، Fundamentalism پیدا ہو گیا۔ انھوں نے کہا کہ خدا واپس آ گیا ہے۔ ہم سے غلطی ہوئی تھی، اصل بات کیا تھی، کہ "Modernity Necessarily Leads To Plurality"۔ پہلے Plurality اور طرح کی تھی اب اور طرح کی ہے۔ اب Plurality کی صورت یہ ہے کہ مغرب میں لوگ اس طریقے سے رہتے ہیں کہ ان کے پڑوس میں کوئی یہودی ہے، عیسائی ہے یا بدھ مت ہے اور یہ تمام حضرات باہم مل جل کر رہ رہے ہیں۔ کیا یہ ہمارے یہاں ہونے نہیں لگ گیا؟ میں ایک Public University میں پڑھاتا ہوں تو کیا میں یہ نہیں جانتا کہ ہر کلاس میں دو تین لڑکے Atheist ہیں۔ یعنی اب یہ نہیں ہے کہ سنی شیعہ کو یا مسلمان اور ہندو کو ساتھ رہنا پڑھتا ہے، بلکہ اب آپ کے گھر آنگن میں، آپ کے اداروں میں، ہر جگہ ایک نہ ایک لڑکا یا لڑکی Atheist ہے۔ اسی طرح جب کوئی آدمی بیرونِ ملک جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہم بلاوجہ غلطی کر رہے ہیں۔ یہ عیسائی، یہودی بہت اچھے لوگ ہیں، یہ ہم سے بھی اچھے لوگ ہیں۔ تو تھوڑی دیر میں آپ اپنے "الحق" ہونے والے Claim کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ Claim کہ محمد رسول اللہ ﷺ مدارِ نجات ہیں، اس کو چھوڑنا پڑے گا۔ بلکہ اب تو اس کو بھی چھوڑنا پڑے گا کہ خدا کو ماننا کوئی نجات کی شرط ہے۔ کتنے اچھے لوگ ہیں، کتنے بھلے لوگ ہیں، ہم سے بہتر انسان ہیں مگر کسی خدا کو نہیں مانتے۔ یہ جدیدیت کا اثر ہے جو ہمارے ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ ہمیں اگر اس کا ادراک نہیں ہے تو یہ ہمارا بھول پن ہے۔

بے خدا تہذیب کے اثرات کی دو قسمیں

اب میں اس بے خدا تہذیب کے مزید کچھ اثرات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ بے خدا تہذیب کے اثرات میں سے کچھ تو ظاہری اور سطحی ہیں جبکہ کچھ کسی قدر چھپے ہوئے اور فکری نوعیت کے ہیں۔ میں بالکل صفائی سے عرض کر دوں کہ مجھے وہ اثرات بیان نہیں کرنے کہ جو بالکل ظاہری ہیں، بالکل منکشف ہیں۔ مجھے Fashion Shows اور Catwalks کا تذکرہ نہیں کرنا، مجھے بینکوں کا تذکرہ نہیں کرنا، مجھے عریانی و فحاشی کا

تذکرہ نہیں کرنا۔ مجھے تذکرہ کرنا ہے اِس بے خدا تہذیب کے اُن اثرات کا جو دینی فکر اور دینی اعمال میں در آئے ہیں۔ ہمیں ضرورت ہے کسی غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی، کسی ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی، کسی ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کی، کسی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی، کسی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی؛ جو یہ بتا سکے کہ اہلِ مذہب کے یہاں کیا مسئلے پیدا ہوگئے ہیں۔ اہلِ مذہب کے یہاں کس طرح شیطان نے دراندازی کی ہے۔ کس طریقے سے معاملات کو خراب کیا ہے۔ ہم اسی کو پیٹتے رہیں کہ امریکہ میں اتنے ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں، ادھر اتنے گھر ٹوٹ گئے اور یہ ہوا وہ ہوا، ان باتوں کو چھوڑیں اب! اپنے گریبان میں جھانکیں۔ یہ دیکھیں کہ اس جدیدیت نے اہلِ مذہب کو کہاں کہاں ڈسا ہے، کدھر کدھر نقب لگائی ہے اور کیسے کیسے ہمیں اندر باہر سے بدل دیا۔ ہمارا Metamorphosis ہو گیا ہے، ہماری قلب ماہیئت ہوگئی ہے، اور تبدیلی وہی کامل ہوتی ہے کہ جس کا احساس ختم ہوجائے۔ مغرب کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ہمارے لیے Internalize کر دیا ہے۔ ہمارے شعور کی سطح پر ہی اس کے اثرات نہیں ہیں بلکہ ہمارے اعماقِ دل میں اس کے اثرات ہیں اور بالکل اندر تک اس نے ہمیں بدل دیا ہے۔ یہ اس تہذیب کی مار ہے۔ بہت اچھا کہا تھا اکبرؔ نے ؎

مشرقی تو سرِ دشمن کو کچل دیتے ہیں
مغربی اس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں

ہماری طبیعتیں بدل گئیں ہیں۔ ابھی ہمیں اس کی اطلاع نہیں ہے لیکن واقعتاً بدل گئیں ہیں۔ مغربی تہذیب کے یہ اثرات کہ آدمی نے کوٹ پینٹ پہننا شروع کر دیا اور ٹائی لگا لی، اور کموڈ استعمال کرنا شروع کر دیا یہ سب بہت چھوٹی چیزیں ہیں۔ اکبرؔ ہی نے کہا تھا کہ ؎

نظر ان کی رہی کالج میں بس علمی فوائد پر
گرا کیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

جو اصل غدر مچا ہے وہ اس پہ تھوڑی ہے کہ آپ نے کموڈ استعمال کرنا شروع کر دیا اور آپ نے کوٹ پینٹ اور ٹائی لگا لی۔ اصل صدمہ تو یہ ہے کہ دین کو غارت کر دیا۔ دین کے عقائد کو بدل دیا، دین کی ترجیحات اور ترتیبات کو بدل دیا۔

میں نے عرض کیا کہ وہ چیزیں جو بالکل ظاہر و باہر ہیں بالکل آشکار ہیں وہ ہمارا موضوعِ بیان نہیں ہیں۔

علم الکلام، فقہ اور تصوف کا انکار

جدیدیت کا جو اثر دینی فکر میں آیا ہے، اس کے لیے کچھ عملی مثالیں ملاحظہ ہوں: دین کے تین بڑے شعبے تھے۔ اگر آپ حدیث جبرائیل علیہ السلام کا مطالعہ کریں تو اس کی شرح میں علما نے صاف لکھا ہے کہ اسلام، ایمان اور احسان سے تین بڑے شعبے پیدا ہوئے۔ اسلام سے فقہ پیدا ہوئی، ایمان کی تفصیلات سے کلام اور عقیدے کی بحثیں پیدا ہوئیں اور احسان کی تفصیل سے تصوف پیدا ہوا۔ تو ہم دیکھ نہیں رہے کہ جدیدیت کے اثر سے مسلمانوں کے مذہبی لوگوں میں یہ فکر پیدا ہو رہی ہے کہ ان تینوں شعبوں کا انکار کر دیا جائے۔ یعنی کہ یہ فقہ وغیرہ بھی غلط ہے، یہ قیاس ہے اور ''أَوَّلُ مَنْ قَاسَ إِبْلِيسُ ''سب سے پہلے قیاس ابلیس نے کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے کہا: ﴿أَنَا خَيرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ ''میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا، اور اس کو مٹی سے پیدا کیا''۔ لہٰذا فقہ غلط ہے، یہ اصحاب الرائے ہیں۔ اصل بات تب ہے کہ جب نص دکھاؤ۔

ہمارے ایک دوست ہیں، وہ کہا کرتے ہیں کہ بھائی ہمارا تو نعرہ یہ ہے کہ نص لاؤ یا نَس جاؤ۔ (یعنی بھاگ جاؤ) تو یہ جو ایک Literalism ہے کہ نص دکھاؤ۔۔۔ خدا کے بندو! امت کی ایک تاریخ ہے۔ کہاں گئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے؟ زندگی ضائع کر دی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے؟ اپنے آپ کو ضائع کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے؟ تو کیا اس ساری روایت کا انکار کر دیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں! ہم یوں کہیں کہ جی ہم تو نص کو خود سمجھیں گے یہ قرآن ہے، یہ حدیث ہے اور ہم نے عربی گرامر پڑھ لی ہے، ہم نے عربی کا معلم بھی پڑھ لیا اور ہم عالم بن گئے، اب ہم قرآنِ مجید کی تفسیر خود کریں گے، خود اجتہاد فرمائیں گے۔۔۔ یہ ہے جدیدیت کا اثر۔ اور یہ تصوف کہاں سے آگیا ہے، یہ کیا ''ضلالت'' ہے، یہ ایک ''عالمگیر ضلالت'' ہے، یہ ایک ''متوازی دین'' ہے وغیرہ وغیرہ (استغفر اللہ)۔ جب آپ یہ کہہ رہے ہیں تو آپ کو معلوم ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ اس پوری امت کی تغلیط کر رہے ہیں! آپ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کر

رہے ہیں، آپ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کر رہے ہیں، آپ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کر رہے ہیں۔ ہم پیٹتے رہتے ہیں کہ امت کے مجددین، امت کے مجددین۔ کون تھے امت کے مجددین ؟ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ ان میں سے کون ہے جو Bonafide (سکہ بند) صوفی نہیں ہے؟ اور ہم ان لوگوں پر زبانِ طعن دراز کرتے ہوئے نہیں شرماتے؟ اکبرؔ نے کہا تھا

کہاں کے قبلہ کہاں کے قبلی
جنید کیسے کہاں کے شبلی
عوض تصوف کے ہم نے طب لی
بنیں گے سرجن مزا کریں گے

کہاں کے جنید رحمۃ اللہ علیہ، کہاں کے شبلی رحمۃ اللہ علیہ، اس امت کی پوری روایت پر پانی پھیر دیں کہ یہ بدعتی ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ترکی کے شیخ محمود آفندی نقشبندی مجددی حفظہ اللہ بدعتی ہیں۔ کیا محمود آفندی بدعتی ہیں؟ یوٹیوب پر ویڈیو موجود ہے؛ دیکھیں ذرا! وہ حج کے سلسلے میں مدینے گئے، آپ دیکھیں تو ایسا معلوم ہو گا کہ کوئی بادشاہ آرہا ہے۔ میں نے وہ منظر دیکھا تو مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ خلیفہ اور اس کی بیگم حرم میں آئے تو کوئی متوجہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ ایک دم ایک آدمی آیا اور اس کے گرد ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے۔ پوچھا گیا یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ ہے، یہ علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ ہے، یہ زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ سچ ہے کہ دلوں پر تو حکومت ان کی ہے، ہم تو جسموں پر حکومت کرتے ہیں۔

یہ ہمارے تین Disciplines ہیں؛ کلام، تصوف اور فقہ۔ یہ جدیدیت ہے کہ ان سب کو Undo کریں اور Jump لگا کر کہیں اوپر پہنچ جائیں۔ ایک زمانے میں ایک Reader آیا تھا۔ Fundamentalist اور Modernist تحریریں ساتھ ساتھ تھیں۔ میں نے کچھ تحریریں پڑھیں غلام احمد پرویز کی، ڈاکٹر فضل الرحمان کی اور دورِ حاضر کے ایک بہت بڑے مفکر اور داعیِ انقلاب کی؛ مجھے بہت یکسانیت محسوس ہوئی۔ یہ

میں عرض کردوں کہ وہ لوگ جو اس طرز کی ذہنیت کے حامل ہیں یہ پرویزی اور خاص طرح کی جدید فکر کے لیے سب سے نرم چارہ ہیں۔ ان کی طبیعتیں آزاد ہیں۔ بعض اوقات میں اس قسم کے لوگوں کی گفتگو سنتا ہوں تو ہکا بکا رہ جاتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے پرویز صاحب بھی رشک کریں گے ان پر کہ یہ کیا گفتگو کر رہے ہیں۔ یعنی الف کا نام ان کو ب نہیں پتا اور وہ قرآن و سنت پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں، یہ ہے جدیدیت۔

تواترِ امت کا انکار

کیا یہ جدیدیت ہی کا مظہر نہیں کہ کوئی بھی مسخرہ پگڑی لگا کر بیٹھ جائے اور انٹرنیشنل نمبر کہہ کر جو چاہے چورن بیچ دے۔ مجھ سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ آدمی بڑی اچھی باتیں کرتا ہے۔ کون ہے وہ آدمی ؟اس کا کوئی حسب ونسب ہے ؟اس کے استاد کون ہیں ؟کہاں سے اس نے دین سیکھا ہے ؟ایک صاحب نے مجھے ویڈیو بھیجی، بڑے متأثر ہوئے کہ اس میں تو لکھا ہوا ہے کہ اہلِ سنت کے یہاں تو بخاری میں بھی روایت ہے کہ مغرب عشا اور ظہر عصر اکٹھی پڑھ سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس میں انکشاف کی کیا بات ہے ؟میں حدیث کا طالب علم ہوں، روزمرہ ہم یہ حدیثیں پڑھتے ہیں۔ تو کیا (محض) حدیث پڑھ کر عمل کرنا ہے یا امت کا تواتر بھی کچھ ہے۔ «بِغَیرِ سَفَرٍ وَلَا مَدَرٍ وَلَا مَطَرٍ وَلَا عُذْرٍ» ترمذی شریف میں ہے کہ پیغمبر ﷺ نے بغیر کسی عذر کے نمازیں جمع کیں۔ اسی کتاب کے آغاز میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میری کتاب دو روایتیں ایسی ہیں جن پر امت میں سے کسی کا عمل نہیں اور ان پر عمل نہیں کیا جائے گا، ان دو میں سے ایک یہ روایت ہے۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ دیکھیں یہ بات آپ کو آپ کا مولوی نہیں بتاتا۔ کیوں نہیں بتاتا! جائیے، دینی تعلیم حاصل کیجیے، ہر مولوی بتائے گا۔ کیا ایک روایت سے دین لینا ہے یا پوری امت کے تواتر سے دین لینا ہے ؟

ایک صاحب نے انھی کی ایک ویڈیو بھیجی اور اس میں انھوں نے کہا کہ امام مسلم کی ایک روایت نے تصوف کا گلا کاٹ دیا۔ تصوف کا گلا کاٹ دیا یعنی جنید رحمۃ اللہ علیہ کا گلا کاٹ دیا، بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا گلا کاٹ دیا، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا گلا کاٹ دیا، عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا گلا کاٹ دیا۔ اس طرح کے مسخروں سے ہمارے لوگ متأثر ہو جاتے ہیں۔ وجہ وہی ہے، کہ ہماری تربیت صحیح نہیں ہے۔

یہ مت دیکھو کون کہہ رہا ہے، یہ دیکھو کیا کہہ رہا ہے

بعض حضرات یہ بھی کہتے نظر آتے ہیں کہ دیکھیں ہمیں تو بات کو دیکھنا چاہیے کہ بات کیا ہو رہی ہے، آدمی اہم نہیں ہے؛ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ یہ جو تصور ہے کہ ہمیں بس بات کو دیکھنا چاہیے، تو باتیں تو رمضان میں میڈیا پر آکر ناچنے والی طوائفیں بھی بہت اچھی کرتی ہیں۔ میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ آپ کو بتانا پڑے گا کہ آپ کا استاد کون ہے، دینی روایت میں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو کوئی بھی مسخرہ آئے گا، کوئی بھی دجال آئے گا اور آپ کو اپنے تابع کر لے گا۔ میں فقہ پڑھا رہا ہوں، مجھے پتا ہونا چاہیے کہ میرا استاد کون ہے، میں حدیث پڑھا رہا ہوں تو مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ حدیث میں میرا استاد کون ہے، میں فلسفہ پڑھا رہا ہوں، فلسفے میں مجھے میرا استاد معلوم ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہیں تو یہ ہے جدیدیت، یہ ہیں بے خدا تہذیب کے اثرات۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے، اس کا Context بالکل اور ہے کہ یہ نہ دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے، یہ دیکھو کہ کیا کہا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب کچھ اور ہے۔ ہاں فلسفے میں Kant کیا تھا Kant ہم جنس پرست تھا تو ہوتا رہے، ہمیں اس سے فلسفہ سیکھنا ہے۔ جس سے ہم دین سیکھیں گے اس کی شخصیت کو بھی دیکھیں گے۔ اس کا دینی، علمی اور روحانی شجرۂ نسب بھی دیکھیں گے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو ہم جدیدیت کا شکار ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ جدید فکر کی بنیادیں یہ ہیں کہ کلام، تصوف اور فقہ کا رد کر دینا اور سیدھا کسی موہوم علاقے میں چھلانگ لگا لینا۔

میں آپ سے یہ عرض کر دوں کہ ہمارے یہاں جو Fundamentalists ہیں اور جو Modernists ہیں ان میں کچھ فرق نہیں ہے؛ دونوں اس امت کی روایت کا انکار کرتے ہیں۔ فرق صرف Interpretation کا ہے۔ جو Fundamentalists ہیں وہ نصوص کی Literal Reading کرتے ہیں اور جو Modernists ہیں وہ Liberal Reading کرتے ہیں؛ باقی کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی چیز ہمیں بچا سکتی ہے تو وہ اس دین کی پوری روایت ہے۔ شیخ حبیب علی جفری سے کسی نے کہا کہ تم سادات ہو، تم نے اپنے باپ دادا کا دین کیوں چھوڑ دیا؟

تم شیعہ کیوں نہیں ہوئے ؟ انھوں نے کچھ جوابات دیے اور پھر کہا کہ دیکھو یہ جو میں نے خرقہ پہنا ہوا ہے اور یہ جو عمامہ میرے سر پر ہے یہ میرے استاد نے مجھے پہنایا ہے، ان کو ان کے استاد نے، ان کو ان کے استاد نے، ان کو ان کے استاد نے۔۔۔ یہاں تک کہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، یہاں تک کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہے دین کی روایت کہ اس دین کے تمام اجزا مسلسل اور متوازن ہیں۔

خود نمائی: جدیدیت کا سب سے مضر اثر

جدیدیت کے فروغ میں ٹیکنالوجی کا اہم کردار ہے۔ اسی ٹیکنالوجی کا ایک مظہر سوشل میڈیا اور فیس بک وغیرہ ہیں۔ فیس بک اصل میں ایک Tool ہے، لوگ اسے کاروبار کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں اور Networking کے لیے بھی۔ لیکن ٹیکنالوجی کے بارے میں ہمیں زیادہ Euphoric (خوش فہمی کا شکار) ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ فیس بک اصل میں کیا ہے، اس دور کی جو Ethos (قدر) ہے وہ Visibility یعنی دکھائی دینا یا خود مرئیت ہے ؛ ہر چیز Visible ہو، اپنے آپ کو دیکھتے رہنا اور اپنا تذکرہ ہر وقت کرنا۔ Facebook اپنے آپ کو دیکھتے رہنے اور اپنے آپ پر فدا ہونے کا آلہ ہے۔

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بیٹی تھی، اس کا نام تھا زیب النساء، مخفی اس کا تخلص تھا۔ اورنگزیب کو خاقانِ چین نے ایک آئینہ دیا، بڑا خوبصورت آئینہ تھا۔ ایک روز کسی باندی کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا، تو باندی آئی اور اس نے کہا کہ، ع

از قضا آئینۂ چینی شکست

قضا سے چینی آئینہ ٹوٹ گیا۔ تو زیب النساء وہیں کھڑی تھیں، انھوں نے کہا، ع

خوب شد! اسبابِ خود بینی شکست

بہت اچھا ہوا اپنے آپ کو دیکھنے کا سبب ہی ختم ہو گیا۔

جدیدیت کا حل: رسول اللہ ﷺ سے شخصی تعلق

اس دفعہ میرا حرمین جانا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات میرے دل میں راسخ کردی کہ تعلق مع الرسول ﷺ کے بغیر کوئی دین نہیں۔ آپ توحید توحید کی رٹ لگائے رہیں، پیغمبر ﷺ سے آپ کا شخصی تعلق نہیں ہے تو آپ کا وہی حال ہوگا جو ان توحید توحید کی رٹ لگانے والوں کا ہوگیا ہے۔ کچھ عرصے میں آپ دیکھیں گے کتنی تیزی سے یہ لوگ لبرل ازم کی طرف جائیں گے۔ میں نے خود سنا کہ میں مواجہہ شریف سے گزر رہا ہوں تو ایک عرب نے ایک باباجی کو جو روضۂ مبارک کی دیوار کو چومنے کی کوشش کررہے تھے ان کو روکتے ہوئے کہا کہ "تم کیا ہر دیوار کو چومتے ہو؟" اس بدتمیز کو یہ نہیں پتا کہ یہ "ہر دیوار" ہے؟ یہ پیغمبر ﷺ کا روضہ ہے! ٹھیک ہے وہ بے چارہ سادگی میں ایک کام کررہا ہے۔ حضرت داؤد بن ابو صالح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز (خلیفۂ وقت) مروان آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور پر اپنا چہرہ جھکائے ہوئے ہے، تو اس نے اس آدمی سے کہا: کیا تو جانتا ہے کہ تو یہ کیا کررہا ہے؟ جب مروان اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ (صحابیِ رسول ﷺ) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے، انھوں نے (جواب میں) فرمایا: ہاں (میں جانتا ہوں) میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: میں کسی تاریک جگہ پر نہیں آیا) میں نے رسولِ خدا ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: دین پر مت رو جب اس کا ولی اس کا اہل ہو، ہاں دین پر اس وقت رو جب اس کا ولی نااہل ہو"۔ (مسندِ احمد)۔ ایسا ہی ایک واقعہ مسندِ احمد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل ہوا: "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کعبے کا طواف کررہے تھے تو ہر ہر رکن کو بوسہ دے رہے تھے۔ کسی نے کہا کہ یہ کیوں کررہے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ اس گھر کا کوئی حصہ چھوڑنے والا نہیں ہے۔ کسی نے کہا کہ پیغمبر ﷺ تو بس رکنِ یمانی کا استلام کرتے تھے اور حجرِ اسود کا بوسہ لیتے تھے" تو انھیں تنبہ ہوا۔ لیکن محبت بھی تو کوئی چیز ہے، پیغمبر ﷺ سے تعلق بھی تو کوئی چیز ہے۔

ایک صاحب ریاض سے آئے تھے، وہ بتارہے تھے کہ میں روضے پر سلام پڑھ رہا تھا تو ایک صاحب نے کہا کہ "کوئی فرق نہیں ہے، یہاں آکر کیوں پڑھتے ہو کہیں سے بھی پڑھ لو"۔۔۔ کوئی فرق نہیں ہے؟ یعنی رسول

اللہ ﷺ فرمائیں یہاں آکر مخاطب کیا جاسکتا ہے اور انھی میں ایسے جاہل لوگ بھی پیدا ہو گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ وہاں جاکر بھی مخاطب کرنا جائز نہیں ہے۔ انھوں نے تاویل یہ نکال لی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تو قبر مبارک پر جا کر مخاطب کرتے تھے جالی کے باہر سے مخاطب کرنا جائز نہیں ہے۔ واضح رہنا چاہیے یہ محض کوئی جذباتی بات نہیں، نہ ہی یہ کسی قسم کا شرک اور بے ادبی ہے، بلکہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے آداب میں سے ہے کہ آپ ﷺ کے روضۂ انور پر حاضری کے وقت چہرہ آپ ﷺ کے روضے کی طرف ہو اور پیٹھ قبلے کی طرف، باادب کھڑے ہوں اور کہیں: السلام علیك أیها النبي ورحمة الله وبركاته۔[۳]

میں عرض کردوں کہ نبی ﷺ سے ذاتی تعلق ہونا چاہیے۔ صرف امر سے نہیں بلکہ ذات سے تعلق ہو۔ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ لوگوں کو پیغمبر ﷺ کی مبارک ذات سے جوڑا جائے۔ صرف امر سے نہیں ذات سے، ورنہ وہ ظاہریت پیدا ہوگی جس نے امت کو غارت کردیا۔ تین فتنے ہیں: جدیدیت، ظاہریت اور خارجیت۔ اور بقیہ دو بھی اصلاً جدیدیت ہی کے بچے ہیں۔ اصل فتنہ تو جدیدیت ہے اور اس کا حل صرف یہی ہے کہ نبی ﷺ سے تعلق قائم کیا جائے۔ اقبال کا ایک شعر ہے۔

عصرِ ما مارا ز ما بیگانہ کرد
از جمالِ مصطفی بیگانہ کرد

اس زمانے نے ہمیں اپنے آپ سے بیگانہ کردیا، ہمیں جمالِ مصطفی ﷺ سے بیگانہ کردیا۔

کسی رسالے میں اقبال کا یہ مصرع چھپ گیا تھا، ؏

ننگا ہے یا رسول اللہ ننگا ہے!

---

[۳] روی أبو حنیفة في مسنده عن ابن عمر قال: من السنة أن تأتي قبر النبي ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرك إلى القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول: السلام علیك أیها النبي ورحمة الله وبركاته- (فتح القدیر، كتاب الحج، مسائل منثورة)

اس پر ایک طوفان بد تمیزی مچا کہ یہ شرک ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں لوگوں کو سِکھانا چاہیے کہ اپنی اوقات میں رہیں۔ یا تو دین سیکھیں یا ان لوگوں سے پوچھیں جو دین جانتے ہیں۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیبؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نعت ہے، مناجات ہے، اس کو ملاحظہ فرمائیے۔ ایسے لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ حکیم الاسلام قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں پتا تھا کہ توحید کسے کہتے ہیں؟ میں اپنی اس گفتگو کو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ اشعار پر ختم کرتا ہوں۔ ذرا دیکھیے تو رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے شخصی تعلق کیا ہوتا ہے۔

نبی اکرم شفیعِ اعظم دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں کوئی ناخدا ہمارا خبر تو عالی مقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوفِ رہزن زمیں بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن تم ہی محبت سے کام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے کبھی مذاقِ جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے خبر تو عالی مقام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آ گئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیبؔ مزارِ اقدس پہ جا کے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

اور افتخار عارفؔ کے یہ اشعار دیکھیں۔

دل و نگاہ کی دنیا نئی نئی ہوئی ہے
درود پڑھتے ہی یہ کیسی روشنی ہوئی ہے
میں بس یونہی تو نہیں آگیا ہوں محفل میں
کہیں سے اذن ملا ہے تو حاضری ہوئی ہے
جہانِ کن سے ادھر کیا تھا، کون جانتا ہے
مگر وہ نور کہ جس سے یہ زندگی ہوئی ہے
ہزار شکر غلامانِ شاہِ بطحا میں
شروع دن سے مری حاضری لگی ہوئی ہے
بہم تھے دامنِ رحمت سے جب تو چین سے تھے
جدا ہوئے ہیں تو اب جان پر بنی ہوئی ہے
سر اٹھائے جو میں جارہا ہوں جانبِ خلد
مرے لیے مرے آقا نے بات کی ہوئی ہے
مجھے یقیں ہے وہ آئیں گے وقتِ آخر بھی
میں کہہ سکوں گا زیارت ابھی ابھی ہوئی ہے

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

* * * * *

نئی روشنی

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

نہ تسبیح اب دیکھتے ہیں نہ مالا — بھروسا نہیں اب جہاں میں کسی کا
پیالہ ہے اب ہاتھ میں یا نوالہ — کہ اب دور دورہ ہے بس پالسی کا
جو خالق سے رشتہ تھا وہ توڑ ڈالا — نہ غم بے بسی کا نہ غم مفلسی کا
نہیں اب کوئی نامِ حق جپنے والا — جو رونا ہمیں ہے تو رونا اسی کا

ترا اے نئی روشنی منھ ہو کالا — ترا اے نئی روشنی منھ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا — دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

بظاہر تو باہم بڑی یاریاں ہیں — دغا مکر و حرص و ہوا دل کے اندر
دلوں کو ٹٹولو تو عیاریاں ہیں — حسد بغض، کبر و ریا دل کے اندر
جو اب یاریاں ہیں وہ عیاریاں ہیں — نہیں اس زمانے میں کیا دل کے اندر
کہ در پردہ کیا کیا ستم کاریاں ہیں — نہیں ہے تو خوفِ خدا دل کے اندر

ترا اے نئی روشنی منھ ہو کالا — ترا اے نئی روشنی منھ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا — دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

نئی تہذیب

اکبرؔ الہ آبادی

یہ موجودہ طریقے راہیٔ ملکِ عدَم ہوں گے
نئی تہذیب ہوگی اور نئے ساماں بہم ہوں گے
نئے عنوان سے زینت دکھائیں گے حسیں اپنی
نہ ایسا پیچ زلفوں میں، نہ گیسو میں یہ خَم ہوں گے
نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگھٹ اس طرح سے حاجبِ روئے صنم ہوں گے
بدل جائے گا اندازِ طبائع دورِ گردُوں سے
نئی صورت کی خوشیاں اور نئے اسبابِ غم ہوں گے
نہ پیدا ہوگی خطِ نَسخ سے شانِ ادب آگیں
نہ نستعلیق حرف اس طور سے زیبِ رقم ہوں گے
خبر دیتی ہے تحریکِ ہوا تبدیلِ موسم کی
کھلیں گے اور ہی گل، زمزمے بلبل کے کم ہوں گے
عقائد پر قیامت آئے گی ترمیمِ ملت سے
نیا کعبہ بنے گا، مغربی پتلے صنم ہوں گے

بہت ہوں گے مُغنّی نغمۂ تقلیدِ یورپ کے
مگر بے جوڑ ہوں گے، اس لیے بے تال وسَم ہوں گے
ہماری اصطلاحوں سے زباں نا آشنا ہوگی
لغاتِ مغربی بازار کی بھاشا سے ضم ہوں گے
بدل جائے گا معیارِ شرافت چشمِ دنیا میں
زیادہ تھے جو اپنے زَعُم میں وہ سب سے کم ہوں گے
گزشتہ عظمتوں کے تذکرے بھی رہ نہ جائیں گے
کتابوں ہی میں دَفُن افسانۂ جاہ و حشم ہوں گے
کسی کو اس تغّیر کا نہ حس ہوگا نہ غم ہوگا
ہوئے جس ساز سے پیدا، اسی کے زیر و بم ہوں گے
تمھیں اس انقلابِ دہر کا کیا غم ہے اے اکبؔر
بہت نزدیک ہیں وہ دن، کہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

* * * * *